سعد و نحس

از

مولانا عبد اللہ العمادی

(۱)

کلام عرب میں "سعد" سے یمن و برکت اور "نحس" سے اُس کا جانب مقابل مراد لیتے ہیں اسی طرح "نحوست" کی نقیض "سعوت" ہے "سعادت" نہیں ہے، محاورہ میں "سعادت" کے مخالف شقاوت" ہے، سعادت کے ساتھ نحوست نہ کہینگے، سعوت کہینگے۔

"سعد" اُس پانی کو بھی کہتے ہیں جو آب پاشی کے وقت نالیوں کے باہر بہنے لگتا ہے، جاہلیت میں اس کا آبیانہ بھی دینا پڑتا تھا اسلام نے ممانعت کر دی، حدیث میں ہے:۔

کُنّا نکری الارض بما علی السواقی وما سعد من الماء فیھا فنھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذلک۔

ایک طریقہ سعد کرنے کا بھی تھا جسے "اسعاد" کہتے تھے، کوئی مرجاتا تو گھر والیوں کے ساتھ نوحہ کرنے کے لیے ہمسائیاں آتیں اور بین میں شریک ہو جاتیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی منع فرمایا کہ لا اسعاد ولا عُقر فی الاسلام

دس کواکب قمر بھی ہیں جنھیں "سعد" کہتے تھے۔

"سعد" کے ایک معنی کلام اللہ میں بھی ہیں:۔ وَاَمّا الَّذِیْنَ سُعِدُوا۔ الآیہ (یعنی وہ لوگ جو سعد ہوئے)، مطلب یہ ہے کہ توفیق الہی نے جن کی اعانت کی۔

"نحس" کے معنی بھی ملاحظہ ہوں۔

کسی اچھی چیز کا کسی پر برا اثر پڑتا تو اس کو "نحس" کہتے۔

ابلغ جذاما ولخما ان اخوتهم
طيا وبهراء قوم نصرهم نحس

گرد و غبار پر بھی نحس کا اطلاق ہوتا۔

اذا هاج نحسٌ ذو عثانين والتقت
سباريتُ أغفالٍ بها الآلُ يمصح

تند و تیز ہوا بھی "نحس" تھی

وفي شمولٍ عُرّضت للنحس

شدید سردی کا نام بھی "نحس" تھا

كأنّ مُدامةً عُرِضت لنحس
يحيل شفيفها الماء الزلالا

۲

جن بے عقلی کی باتوں کو وقتاً فوقتاً مذاہب کے دامن میں پناہ ملتی رہی ہے اور دوست نما دشمنوں کی عنایت سے اسلامی شائستگی پر حملہ کرنے کے لیے جو اسلحہ فراہم کیے گئے۔ انھیں میں سعد و نحس کا ایک مسالہ بھی ہے۔ شریف گھرانوں میں سعد و نحس کا جس قدر لحاظ ہوتا ہے اور عورتیں اور ان کے ماتحت مرد جس طرح اس ضابطہ کی پابندی فرض سمجھتے ہیں وہ کوئی ایسی معمولی بات نہیں ہے جس کے نتائج نظر انداز ہو سکیں شادی کے لیے سبھ لگن کی تلاش ہوتی ہے۔ نیک گھڑی دیکھی جاتی ہے۔ زائچہ ولادت (جنم پترا) کے حساب سے دولہا دولہن کے مزاج کے موافق پنڈت جی اچھی ساعت بچار رتے ہیں۔ جناب قبلہ و کعبہ

ایام سعد و نحس کی گھڑیاں اور تاریخیں ملاحظہ فرماتے ہیں۔ دیکھنا کہیں قمر در عقرب نہ ہو ورنہ غضب ہی آجائے گا۔ سفر میں نکلنا ہو تو سمت سفر کی اچھی طرح تحقیق کر لو۔ راستے میں رجال الغیب تو نہیں پڑتے۔ اگلی اور پیرت اور بائیں کے گوشے دیکھ لینے چاہئیں۔ راہ میں کسی جگہ پاتراب رکھوا دو۔ پھر دوسرے دن سفر کو نکلو۔ نئے کپڑے بنوانے۔ بچہ کا دودھ چھڑانے عقیقہ کرنے۔ مکتب میں بٹھانے مکان کی نیو ڈالنے۔ شادی بیاہ رخصتی۔ غرض کہ دنیا کا کوئی ایسا کام دھندا نہیں ہے جس میں کسی قسم کی اہمیت ہو اور پھر اس کے لیے دن۔ تاریخ۔ گھڑی نہ دیکھی جائے اور سعد و نحس کی تحقیق نہ ہو۔ یہ رواج اس قدر عام ہے۔ کہ جنتریوں میں اس کے لیے خاص جدولیں ہوتی ہیں اور وہی تقویمیں نامی و علمی سمجھی جاتی ہیں جن میں سال بھر کے پھیر اور لگن کا پورا پورا حساب ہو۔ ناممکن ہے کہ قمر در عقرب یا چاند گرہن اور سورج گرہن میں کوئی تقریب ہونے پائے۔ ہالی کا دنبالہ (ہالی کومٹ) نمایاں ہوا اور گھروں میں نحوست کی جھاڑو پھر گئی۔ ملک بھر میں ڈر کے مارے تمام تقریبیں بند ہو گئیں کہ نہ معلوم کیا نحوست پھیلے اور دم دار تارے کی شومی کیا روز بد دکھلائے۔ ادبیات کے ذریعہ سے ان خیالات کی توسیع میں اور بھی مدد ملی اور گو پہلے یہ باتیں محض ایک انوکھی بات سمجھ کر نظم ہوتی تھیں مگر حقیقی اسلامی تعلیم کی روشنی جس قدر کم ہوتی گئی اور تاریکی میں اضافہ ہوتا رہا۔ اسی قدر عام رائے میں یہ توہمات راسخ ہوتے گئے اور اب تو بالکل محال ہے کہ نحس تاریخ میں کوئی نیک تقریب ہو سکے۔ یہ باتیں عام عقائد میں داخل ہو گئی ہیں اور اگر جزو اسلام نہیں تو اسلامی رسم و رواج کے ایک نہایت طاقتور جزو ہونے میں تو کوئی کلام ہی نہیں ہو سکتا۔

ان توہمات کے ثبوت میں حسب ذیل دلائل پیش کیے جاتے ہیں:۔

(الف) خود قرآن میں سعد و نحس کا تذکرہ ہے۔

(ب) حدیثیں نحوست کی قائل ہیں۔

(ج) مذہبی روایتیں بعض دنوں کے اچھے برے ہونے کے حق میں ہیں۔

(۵) سعادت ونحوست کی واقعیت پر مسلمانوں کا عام اجماع ہے اور اس عقیدہ کی تاریخ صدیوں سے متجاوز ہے۔ میرزا صائب لکھتے ہیں:۔

زخال گوشۂ ابروئے یاری ترسم — ازیں ستارۂ دنبالہ دارمے ترسم

لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی فرماتے ہیں:۔

دی درمیان زلف بدیدم رخ نگار — بر ہیأتے کہ ابر محیط قمر شود
گفتم کہ ابتدا کنم از بوسہ گفت نی — بگزار تا کہ ماہ ز عقرب بدر شود

امام رازی جو علوم اسلام کے نامور علامہ اور ممتاز ترین مفسر تھے۔ سورۂ حٰمٓ فصلت کے پندرھویں آیہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

استدل الاحکامیون من المنجمین[1] بهذه الآیة علی ان بعض الایام قد یکون نحساً وبعضها قد یکون سعداً وقالوا هذه الآیة صریحة فی هذا المعنی۔ اجاب المتکلمون بان قالوا "ایام نحسات" ای ذوات غبار وتراب ثائر لا یکاد یبصر فیه ویتصرف۔ وایضا قالوا معنی کون هذه الایام نحسات ان الله اهلکهم فیها۔

ستارہ شناسوں میں جو لوگ علم احکام کے عالم ہیں وہ آیت فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْٓ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ سے اس امر پر استدلال کرتے ہیں۔ کہ بعض دن کبھی سعد ہوا کرتے ہیں کبھی نحس ان کا قول ہے کہ یہ مطلب اس آیت سے صراحت کے ساتھ نکل رہا ہے۔ متکلمین اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ایام میں نحس دن سے گرد و غبار کے دن مراد ہیں جن میں اتنی خاک اڑ رہی تھی کہ نہ دیکھ سکتے تھے اور نہ کام کر سکتے تھے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان دنوں کے نحس ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد و ثمود کو انہیں دنوں میں ہلاک کیا تھا۔

[1] احکامی وہ لوگ جو سیاروں کی رفتار و اثر کے رو سے عالم میں تغیرات کی پیشینگوئی کیا کرتے ہیں منجمین کی اصطلاح میں اس فن کا نام "فن احکام" یا "علم احکام" ہے۔

احاب المستدل الاول بان النحسات فی وضع اللغة هی المشئومات لان النحس یقابله السعد والکدر یقابله الصافی۔ واجاب عن السوال الثانی ان الله تعالیٰ اخبر عن ایقاع ذلك العذاب فی تلك الایام النحسات فوجب ان یکون تلك الایام نحسة مغایرًا لذلك العذاب الذی وقع فیها لہ۔

جن لوگوں نے پہلے استدلال کیا تھا وہ اسکا یہ جواب دیتے ہیں کہ لغت میں نحس کا لفظ شوم (منحوس) کے لیے وضع ہوا ہے اس لیے کہ نحس کے مقابلہ میں سعد اور کدورت کے مقابلہ میں صفائی کا استعمال ہوا کرتا ہے۔ دوسرے سوال کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ عذاب انہیں منحوس دنوں میں واقع ہوا تھا۔ لہذا ضروری ہے کہ ان دنوں کا منحوس ہونا اس عذاب (گرد و غبار) کے علاوہ ہو جو ان دنوں میں واقع ہوا تھا (اور جس سے عاد و ثمود کی قومیں جن کا آیت میں تذکرہ ہے ہلاک ہوئی تھیں لہ

ایک دوسرے مقام پر خاص خاص اوقات کے سعد اور بابرکت ہونیکی دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

لا یبعد من الفاعل المختار تخصیص وقتٍ معینٍ باحداث العالم فیه دون ماقبله ومابعده۔ فان بطل هذا الاصل فقد بطل حدوث العالم وبطل الفاعل المختار وحینئذ لا یکون للخوض فی تفسیر القرآن فائدة وان صح هذا الاصل فقد زال ما ذکرتم

خدا جو اپنے کاموں میں ہر طرح سے صاحب اختیار ہے اس سے کیا بعید ہے کہ عالم کو کسی وقت میں پیدا کرے اور اس وقت کو بغیر اس کے کہ قبل و بعد کا لحاظ ہو خاص فرمائے۔ یہ اصل ہی اگر غلط ٹھہرا تو عالم کا پیدا ہونا بھی غلط ہوجائیگا اور فاعل مختار (اللہ تعالیٰ) کا ثبوت بھی غلط ٹھہریگا۔ ایسی حالت میں قرآن کی تفسیر میں غور و خوض کرنا بیفائدہ ہے۔ اور اگر یہ اصل الاصول صحیح ہے تو تم نے جو اعتراض کیا ہے اسکا ازالہ

لہ تفسیر کبیر۔ جلد ۷ صفحہ ۲۲۳ و ۲۲۴

من السوال - فهذا هو الجواب المعتمد
والناس قالوا لا يبعد ان يخص الله تعالىٰ
بعض الاوقات بمزيد تشريف
حتى يصير ذلك داعيا للمكلف الى
الاقدام على الطاعات فى ذلك الوقت
ولهذا السبب بين انه تعالىٰ اخفاه
فى الاوقات وما عينه لانه اذا لم
يكن معينا جوز المكلف فى كل وقت
معين ان يكون هو ذلك الوقت
الشريف فيصير ذلك حاملا له
على المواظبة على الطاعات فى كل
الاوقات - واذا وقفت على هذا
الحرف ظهر عندك ان الزمان و
المكان انما فازا بالتشريفات الزائدة
تبعا لشرف الانسان فهو الاصل
وكل ماسواه فهو تبع له له

ہو گیا۔ یہی جواب قابلِ اعتماد ہے۔
علاوہ بریں لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ کچھ بعید نہیں اگر اللہ تعالیٰ
کسی وقت کو زیادہ بزرگی و شرافت کے ساتھ مخصوص کر دے
کہ یہ امر اُس خاص وقت میں لوگوں کے لیے عبادت کرنے کا
محرک ہوا کرے۔ یہی سبب ہے کہ تمام وقتوں میں برکت
والی رات (شب قدر) کے وقت کو اللہ تعالیٰ نے
چھپا رکھا ہے اور اُس کی تعیین نہیں کی ہے۔ کیوں کہ
اگر وقت معین نہ ہوگا تو جائز ہے کہ ہر ایک وقت معین
کی نسبت لوگ سمجھیں کہ یہ وہی شریف و سعید وقت ہے
اور اس بنا پر ہر وقت عبادت کرنے کی تحریک پیدا کرے گی
اس مطلب سے واقف ہونے کے بعد تم پر اُس کی حقیقت
کھلے گی کہ محض انسان کے شرف کے ضمن میں زمان و مکان بھی شرافت
و سعادت کی زیادتی میں کامیاب ہوئے ہیں۔
اصل انسان ہی ہے۔ اُس کے علاوہ جتنی چیزیں
ہیں سب کی سب انسان کی تابع اور اُسی کے
لیے ہیں له

اِس مسالہ کو منقح کرنے سے پیشتر اُن آیتوں کو بھی سُن لینا چاہیے جن سے سعد و نحس کا مضمون

له تفسیر کبیر جلد، صفحہ ۱۳۰۔ مسلمانوں کو امام صاحب کا یہ اصول یاد رکھنا چاہیے کہ سعد و نحس کا مبنی اصل میں انسان ہی ہے اور اُسی کی وجہ سے دوسری چیزیں بھی سعد و نحس سے منسوب ہوئی ہیں ۔

پیدا کیا جاتا ہے۔ سورۂ حٰم السجدہ میں ہے:۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ
صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ
وَّثَمُوْدَ اِذْ جَاۤءَتْهُمُ الرُّسُلُ
مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ
اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ قَالُوْا لَوْ
شَاۤءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰۤئِكَةً
فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ
كٰفِرُوْنَ۔ فَاَمَّا عَادٌ
فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ
بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ
مِنَّا قُوَّةً؟ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ
اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ
مِنْهُمْ قُوَّةً؟ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا
يَجْحَدُوْنَ۔ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ
رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ
نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ
الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى

پس اگر (سمجھانے پر بھی) سرتابی کریں تو (اے
پیغمبر تم اُن سے) کہدو کہ جیسی کڑک عاد و ثمود پر
ہوئی تھی اُسی طرح کی کڑک سے میں تم کو ڈراتا ہوں
کہ اُن کے پاس (بھی) اُن کے آگے سے اور
اُن کے پیچھے سے (یعنی کثرت سے) پیغمبر آئے
(اور پیغمبروں نے اُن کو سمجھایا) کہ خدا کے سوا کسی کی
عبادت نہ کرو۔ وہ لگے کہنے اگر ہمارے پروردگار کو
(پیغمبروں کا بھیجنا) منظور ہوتا۔ تو (آسمان سے)
فرشتے اُتارتا۔ غرض جو (دین) دیکر تم لوگ بھیجے گئے
ہو ہم تو اس کو مانتے نہیں۔ سو وہ جو قبیلہ (عاد) کے
لوگ تھے) لگے ناحق تکبر کرنے اور بولے کہ بل بوتے میں
ہم سے بڑھکر اور کون؟ کیا ان کو اتنا نہ سوجھا کہ جس اللہ
نے اُنکو پیدا کیا وہ بل بوتے میں اُن سے کہیں بڑھ چڑھکر
ہے۔ غرض وہ لوگ ہماری نشانیوں سے انکار کرتے ہی
رہے تو ہمنے (بھی) نحوست کے دنوں میں اُن پر بڑے
زور کی آندھی چلائی تاکہ دنیا کی زندگی میں اُن کو ذلت
کے عذاب کا مزہ چکھائیں اور آخرت کا عذاب اُنکو
دنیا کے عذاب سے کہیں زیادہ رسوا کرنے والا ہوگا

وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ (سورہ - ۴۱ - رکوع ۲ - آیت ۹ - ۱۲) اور (اُس وقت) اُن کو (کسی طرف سے) مدد (بھی) نہیں ملیگی

سورۂ قمر میں ہے۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ - اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ - تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ؟

(سورہ - ۵۴ - رکوع ۱ - آیت ۱۰ - ۱۲ -)

قوم عاد نے (پیغمبروں کو) جھٹلایا تو ہمارا عذاب اور ہمارا ڈرانا (دیکھا اس کا انجام) کیسا ہوا - کہ ہم نے ایک منحوس دن میں جس کی نحوست (کسی طرح ٹالے) نہیں ٹلتی تھی ان پر ایک زناٹے کی آندھی چلائی (اور) وہ لوگوں کو (جگہ سے ایسا) اُکھاڑ پھینکتی تھی کہ گویا وہ اُکھڑی ہوئی کھجوروں کے بوتے ہیں[۵] تو ہمارا عذاب اور ہمارا ڈرانا دیکھا اُس کا انجام) کیسا ہوا؟

(۴)

اِن آیتوں میں بلکہ اس تمام مضمون میں صرف دو باتیں قابل تنقیح ہیں :-

(الف) منحوس دنوں سے قرآن کریم میں کیا مقصود ہے؟

(ب) کیا اسلامی تعلیمات واقع میں عقیدہ سعد و نحس کے جانبدار ہیں؟

پہلی تنقیح کے جواب میں ذیل کی حدیثیں جن کو علامہ ابن جریر نے مکمل سلسلۂ اسناد اور مستند راویوں کے وثوق پر روایت کیا ہے۔ قابلِ ملاحظہ ہیں :-

عن ابن عباس قوله فی "ایام نحسات" قال ایام متتابعات انزل الله فیهن العذاب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ منحوس دنوں سے مراد پے در پے آنے والے دن ہیں جن میں خدا نے عذاب نازل کیا تھا۔

---

[۵] اردو میں "بوتہ" درخت کے "تنہ" کو کہتے ہیں۔

قال ابن زید فی قولہ "ایام نحسات" قال النحس الشر ارسل علیھم ریح شر لیس فیھا من الخیر شیء عن عبید قال الضحاک یقول فی "ایام نحسات" قال شداد[1]

حضرت ابن زید "ایام نحسات" (نحوس دنوں) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نحس شر (برائی) کو کہتے ہیں یعنی کہ قوم عاد پر ایسی بری ہوا کا طوفان آیا تھا جس میں کچھ بھی خیر نہ تھی۔ عبید کہتے ہیں کہ میں نے ضحاک کو "ایام نحسات" کی تفسیر میں کہتے ہوئے سنا کہ وہ نحس ن تھے یعنی سخت دن تھے۔[1]

(۵)

کچھ حدیثیں ایسی بھی ہیں جن میں نحس کے معنی شوم اور نحوست ہی کے لیے گئے ہیں اور خود علامہ ابن جریر بھی اسی کے قائل ہیں لیکن ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ :-

قولہ "فی یوم نحس مستمر" یقول فی یوم شر و شؤم لھم[2]

آیت "منحوس دن میں جسکی نحوست کسی ٹالے نہیں ٹلتی تھی" منحوس دن سے وہ دن مراد ہے جو قوم عاد کے لیے برا اور منحوس تھا۔[2]

حدیثوں میں بھی یہی مضمون ہے مثلاً

عن قتادۃ فی "ایام نحسات" ایام واللہ کانت مشئومات علی القوم عن السدی فی "ایام نحسات" قال ایام مشئومات علیھم[3]

ایام نحسات (منحوس دنوں) کی تفسیر میں قتادہ سے روایت ہے کہ خدا کی قسم وہ دن عاد کیلئے منحوس تھے سدی ایام نحسات کی تفسیر میں کہتے ہیں۔ کہ وہ دن قوم عاد پر نحس تھے[3]۔

---

[1] تفسیر ابن جریر۔ جلد ۲۴۔ صفحہ ۶۰ "

[2] تفسیر ابن جریر۔ جلد ۲۷ صفحہ ۵۲

[3] تفسیر ابن جریر۔ جلد ۲۴۔ صفحہ ۶۰

یہ حدیثیں تین خاص باتیں بتا رہی ہیں :-

(الف) نحوست کے وہ معنی جو آج کل مشہور و معروف ہیں قرآن کریم میں کہیں بھی مستعمل نہیں ہوئے۔

(ب) صحابہؓ و تابعینؒ کسی دن کی نحوست کے قائل نہ تھے۔

(ج) نحوست کا مفہوم اُس زمانہ میں صرف اس قدر تھا۔ کہ اگر کسی شخص یا قوم پر کبھی مصیبت و بلا نازل ہوتی تو اُس مصیبت و ابتلا کی وجہ سے وہ دن مخصوص طور پر اُس قوم کے لیے منحوس دِن مانا جاتا تھا۔ یہ مطلب نہ تھا کہ عام طور پر اُس دن میں نحوست آ گئی۔ دنیا بھر کے لیئے وہ دن منحوس ہو گیا یا اُس دن کے بعد بھی اُسی نحوست و مصیبت کی مناسبت سے جب جب وہ دن آئے گا ہمیشہ منحوس سمجھا جائیگا۔ ان باتوں کا نام و نشان تک نہیں ملتا نہ اسلام ان کا موید ہے نہ بزرگان اسلام ان کے قائل تھے اور نہ اہلِ عرب کے رسم و رواج ہی سے ان کی تائید ہوتی ہے۔ یہ باتیں اُس وقت کی ہیں جب اسلامی تمدن کمزور ہو چلا تھا اور فطرۃ اللّٰہ التی فطر الناس علیھا۔ (اسلام خدا کی فطرت ہے جس پر اُس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے) کی سادگی پر عجمیت کا رنگ روپ چڑھ چلا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ چھٹی صدی ہجری سے پہلے کی کتابوں میں موجودہ توہمات کے مطابق سعد و نحس کا کہیں تذکرہ تک نہیں ملتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیمات اس باب میں کیا ہیں؟ یہ مسئلہ کسی قدر تشریح طلب ہے بے شبہہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کو حدیث نبوی کے الفاظ پر غور نہ کرنے کی وجہ سے غلط فہمی ہوئی تھی مگر یہ غلطی زیادہ دیر تک نہیں رہنے پائی اور انہیں دنوں میں اس کی تصحیح ہو گئی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:-

عن عبد اللّٰہ بن عمر انہ قال سمعت — عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے

النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول "انما الشؤم فی ثلاثۃ فی الفرس والمرأۃ والدار"

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "نحوست محض تین چیزوں میں ہے - گھوڑے میں - عورت میں - اور گھر میں"

علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ "تمام محققین کا اتفاق ہے کہ عہد جاہلیت میں لوگ اس امر کے معتقد تھے - کہ گھوڑے میں - عورت میں اور گھر میں نحوست ہوا کرتی ہے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہیں کے اعتقاد کو بیان کیا ہے - یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمانوں کو بھی ان چیزوں کی نحوست کا قائل رہنا چاہیئے - حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) نحوست اور بدشگونی کی مطلق قائل نہ تھیں - جاہلیت میں شوال کا مہینا شادی بیاہ کے لیئے منحوس سمجھا جاتا تھا - اسی لیے مدینۂ مبارکہ کی عورتوں میں یہ وہم سمایا ہوا تھا - کہ شوال میں اگر زفاف ہوا تو شوہر کی طرف سے بیوی کو خوش نصیبی نہ ہوگی - حضرت عائشہؓ سے اس کا تذکرہ آیا تو آپ نے عورتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ :-

مَا تزوّجنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وَسلّم اِلّا فی شوّال ولا بنی بی الا فی شوّال فمن کان احظی منّی عندہ ؟ و کان یستحب ان ید خل علی نسائہ فی شوّال [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے شوّال ہی میں بیاہا اور شوال ہی میں زفاف کیا - بتاؤ مجھ سے زیادہ آپ کے ہاں کس کی قدر تھی ؟ آپ تو شوال میں اپنی بیویوں کے پاس آنا مستحب جانتے تھے - [1]

اسی طرح ایک دوسرے موقع پر معلوم ہوا کہ نحوست اور بدشگونی کی تائید میں ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کر رہے ہیں - آپ اس پر سخت ناخوش ہوئیں اور روایت کی تصیح کر دی - امام طحاوی فرماتے ہیں :-

---

[1] عینی (عمدۃ القاری - طبع قسطنطنیہ) جلد ۶ صفحہ ۱۰۶ :

عن ابی حسان قال دخل رجلان من
بنی عامر علی عائشة فاخبراها ان ابا
هریرة یحدث عن النبی صلی اللہ علیہ و
سلم انہ قال الطیرة فی الدار و
المرأة والفرس فغضبت وقالت " و
الذی نزّل القرآن علی محمد (صلی اللہ علیہ
وسلم) ما قالها رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قط انما قال انّ اہل الجاھلیة
کانوا یتطیّرون من ذلک [1]

ابوحسان سے روایت ہے کہ قبیلۂ بنی عامر کے
دو شخصوں نے حضرت عائشہ کے پاس حاضر ہو کر
خبر دی کہ ابو ہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم سے روایت کر رہے ہیں کہ "بدشگونی گھر میں
اور عورت میں اور گھوڑے میں ہوتی ہے"
آپ نے ناخوش ہو کر کہا "قسم ہے اُس خدا
کی جس نے محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر قرآن
اُتارا۔ آنحضرت نے یہ ہرگز نہیں فرمایا تھا۔ آپ
تو فقط یہ بیان کیا تھا کہ "جاہلیت میں لوگ ان
چیزوں سے بدشگونی لیا کرتے تھے [1]

اس تصریح کے بعد کیا کسی تحقیق پسند و منصف مزاج کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ مذہبی روایتیں سعد و نحس کی جانبدار ہیں۔ یا اسلامی تعلیمات سے اس عقیدہ کی تائید ہوتی ہے یا عوام کے توہمات اور شاعروں کے مفروضات و تخیلات کا اس پر کوئی اثر پڑ سکتا ہے؟ خدا کسی وقت کو اگر چاہے تو ممکن ہے برکت عطا فرمائے یا منحوس کر دے۔ لیکن اس امر کا کیا ثبوت ہے کہ اس نے ایسا کیا اور یہ امکان وقوع کے درجہ میں آگیا۔

(۷)

یہ مسئلہ کہ "نحوست سے یہی نحوست مراد ہے۔ اس لیے کہ عربی زبان میں نحس کے مقابلہ میں سعد کا لفظ استعمال ہوا کرتا ہے" چنداں اہم نہیں ہے۔ کیونکہ لغت میں سرد ہوا

[1] عینی (عمدۃ القاری۔ طبع قسطنطنیہ) جلد ۶ صفحہ ۶۰۱ ؎

اور فضائے آسمان کو گھیرے ہوئے گرد و غبار کے لیے بھی نحس کا لفظ وارد ہے اور قرآن کریم کے سیاق سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ بداختری و نافرجامی بھی نحس کے معنی بتائے گئے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ بعد کے لغت نویسوں کو غالباً عالمگیر توہمات سے مغلوب ہو کر قرآن کی مفروضی تائید کیلئے یہ معنے پیدا کرنے پڑے۔ ورنہ ابتدائی کتابوں میں اس کا نام ونشان تک نہیں ملتا۔ تفسیر کبیر کا یہ اعتراض بیشک ورقیع ہے کہ "اللہ تعالٰی نے چونکہ خبر دی ہے کہ منحوس دنوں میں قوم عاد پر عذاب ہوا تھا۔ اس لیئے ضرور ہے کہ ان دنوں کی نحوست اُس عذاب کے علاوہ ہو جو انہیں دنوں میں نازل ہوا تھا" مگر اہلِ نظر بھی تو یہی کہتے ہیں کہ دن کی نحوست اور چیز تھی اور جو عذاب اُس دن نازل ہوا وہ اور ہی تھا۔ دن کی نحوست تو یہ تھی کہ گرد و غبار سے بھرا ہوا تھا۔ اور عذاب یہ نازل ہوا کہ اسی عالم میں ہولے سرد کے طوفان نے بنیادیں ہلا دیں۔

جن چیزوں کا مشاہدات سے علاقہ نہیں ہے اُن کی وقعیت تسلیم کرنے کے لیے دو ہی صورتیں ہیں۔

(۱) مذہب اُن کا حامی ہو۔

(۲) وہ بات عقل کی رو سے خلاف قیاس نہ ہو۔

پہلی صورت کے متعلق ناظرین ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ سعد و نحس کے اعتقاد سے مذہب کو ذرا بھی علاقہ نہیں ہے۔ دوسری صورت کی حقیقت یہ ہے کہ تاریخ۔ گھڑی۔ دن۔ رات۔ صبح۔ شام، وغیرہ وغیرہ یہ سب وقت کے خاص خاص حصّوں کے نام ہیں اور وقت ایک ایسی وسیع مدت کا نام ہے جس کے اجزا ہر حیثیت سے آپس میں ملے جُلے ہونے چاہیئں۔ لہٰذا یہ ممکن ہی نہیں کہ اس امتداد کا کوئی ایک جز دوسرے سے اچھا یا بُرا نکلے اور وہ دائرہ جس کا ہر حصہ متشابہ ہونا چاہیئے کسی تخصیص کی وجہ سے غیر متشابہ ہو جائے۔

حیف ہے کہ مذہب اور عقل دونوں جس کے مخالف ہوں ہم اُس کو اپنی معاشرت کا جزو غالب بنائیں اور اس حکیمانہ اصول کو بالکل ہی بھول جائیں کہ "سعد و نحس اگر ہے بھی تو انسان کے طرز عمل سے وابستہ ہوگا۔ اصل میں جو کچھ ہے انسان ہی ہے اور سعادت و نحوست اُسی کے رفتار کی خوبی یا خرابی سے تعلق رکھتی ہیں۔"